ڈاکٹر ابو شادی

حیات اور شاعری

جناب ابوسفیان اصلاحی ۔ شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

فرانسیسی حملے سے قبل مصر دن بدن ہلاکت سے قریب ہوتا گیا۔ تہذیب وتمدن اور علم وثقافت کے میدان میں بہت پیچھے رہ گیا۔ اسے اپنی اس تباہی کا احساس بھی نہ تھا لیکن اپنے وقار اور عزت نفس کا خیال اس وقت ہوا جب فرانسیسیوں نے مصر پر حملہ کیا۔ اس ضرب کاری نے انھیں خواب غفلت سے بیدار کیا، اب انھیں اپنے انحطاط کا احساس ہوا، اور ان اسباب کی طرف متوجہ ہوئے جن کی وجہ سے ان کے قدم متزلزل ہو رہے تھے، اب انھیں اپنی علمی گراوٹ کا بھی اندازہ ہوا چنانچہ ہندسہ اور علم طب کی طرف خصوصی توجہ دی، یورپین تہذیب سے بہت کچھ حاصل کیا، اسی زمانے میں ترجمہ پر دھیان دیا گیا۔ چنانچہ تنہا رفاعۃ الطہاوی نے تاریخ، جغرافیہ، طب، نحو اور قانون میں بیسوں کتابوں کا ترجمہ کیا۔ اس کے علاوہ مختلف علوم وفنون پر بھی بارہ رسائل کا ترجمہ کیا۔[1]

ترجمہ کی یہ تحریک شعر و ادب میں بھی پیدا ہوئی۔ اس میں حصہ لینے والے لطفی السید

محمد السباعی، عادل زعیتر، خلیل مطران، طٰہٰ حسین، المازنی، حسن صادق، سامی الجریدینی، طانیوس عبدہ، فرح انطون، فتحی زغلول اور ان کے علاوہ بھی بہت سے نام ہیں۔ ان لوگوں کی انگریزی شعر و ادب پر بڑی گہری نظر تھی۔ ایک تو ترجمہ شدہ کتابوں کو پڑھا اور دوسرے براہ راست انگریزی کتابوں سے استفادہ کیا۔ اس طرح عربی ادب کا دامن وسیع کرنے میں ان لوگوں کا بہت بڑا حصہ ہے۔ ان لوگوں کو جدید خیالات اور نئے احساسات کا علم تھا۔[۲]

یہی وہ دور ہے جس میں ڈاکٹر ابو شادی نے آنکھ کھولی، انیسویں صدی کے آخر ۹ فروری ۱۸۹۲ء کو پیدا ہوا، اس کا تعلق قاہرہ کے قبیلہ "عابدین" سے تھا۔ اس کے والد ابو شادی بک وکیلوں کے صدر تھے جن کا شمار ممتاز لوگوں میں تھا۔[۳]

ابو شادی نے اپنی تعلیم کا آغاز قبیلہ "حنفی" کے اسکول "الھیاثم الاولیہ" سے کیا۔ اس کے بعد "عابدین" کے نرسری اسکول میں داخلہ لیا۔ ثانوی تعلیم مدرسہ "توفیقیہ" میں مکمل کی جو ایک Rasidencial School تھا اس میں داخلہ شاید اس لئے لیا تھا کہ اس کے والدین چل بسے تھے۔

والدین کے انتقال سے اسے مایوسیوں اور ناامیدیوں کا سامنا کرنا پڑا، وہ بچپن میں ہی والد کے پیار اور ماں کی ممتا سے محروم ہوگیا۔ ان مایوسیوں کا اظہار جابجا وہ اپنے اشعار میں کرتا ہے۔ ابو شادی کی شاعری کو پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس نے ایام حیات بڑی دشواریوں سے گذارے۔

ڈاکٹر ابو شادی نے عربی کے ساتھ انگریزی ادب پر بھی بھرپور توجہ دی۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے عربی و انگریزی دونوں ہی میں عبور پیدا کر لیا۔ جس کا ذکر اس نے "قطرۃ من یراع فی الادب والاجتماع" میں کیا ہے کہ میں نے دونوں زبانوں کا جم کر مطالعہ کیا اور بے شمار مترجمہ کتب پر بھی گہری نظر ڈالی۔ مطالعہ کے دوران جو

افکار و آرا میں انھیں منظوم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔[۵]

ابو شادی نے انگلینڈ کا سفر کیا اور وہاں پر ایک انگریز لڑکی سے شادی کر لی۔ اب اسے ایک نئی تہذیب کو نہایت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ خود اپنی بیوی سے اس نے بہت کچھ سیکھا۔ وہاں کے عالم و فاضل لوگوں سے دوبدو گفتگو کرنے کے مواقع بھی ملے "حرکۃ التجدید" کے مصنف نے اس کی طرف اس طرح اشارہ کیا ہے:

انگلینڈ کے بیس سالہ قیام کے دوران وہاں کی تہذیب و تمدن اور بود و باش کا بڑا گہرا جائزہ لیا اور ایک انگریز لڑکی سے شادی کر کے بھی اس نے بہت کچھ سیکھا لیکن جب ۱۹۴۶ء میں امریکہ کا سفر کیا تو وہ مر چکی تھی۔ اس سفر کی وجہ سے اس کے یہاں بڑی تبدیلیاں آئیں۔ عالم و فاضل لوگوں سے ملاقاتیں کیں اور براہ راست انگریزی کے مصادر و مخارج سے مستفیض ہوا۔[۶]

ڈاکٹر ابو شادی کے والد محترم برابر شعر و ادب کی طرف توجہ دلاتے رہتے جس کی وجہ سے اس کی بعض قدیم عربی کی نوادرات تک رسائی ہوئی۔ والد محترم کے ساتھ علمی مجالس میں بھی شریک ہوتا۔ انھیں مجلسوں میں حافظ اور شوقی بھی ہوتے، حافظ اور شوقی سے ابو شادی کے گھریلو تعلقات تھے۔ ابو شادی کے والد نے حافظ کی وکالت میں رہنمائی کی۔ اس حیثیت سے حافظ ان کا شاگرد ہوا۔

ابو شادی نے ان مجالس کی طرف اس طرح اشارہ کیا ہے: "میرے استاذ مطران نے حافظ سے کہیں زیادہ متاثر کیا۔ میرے گھر پر اکثر اہل علم و ادب کا اجتماع ہوتا، میں بڑے شوق سے ان لوگوں کی باتیں سنتا۔ ان مجالس نے مجھے بہت کچھ عطا کیا۔ ان میں السید محمد، رشید رضا، جرجی زیدان، ابراہیم الیازجی، شبلی شمیل، محمد لطفی جمعہ، محمد المویلحی، سعد زاغلول، یعقوب صروف، احمد زکی، السید محمد الببلاوی، مفتی ناصف، محمود واصف، حمزہ فتح اللہ، محمد فرید، محمد کرد علی، عبد القادر المغربی، عبد الفتاح اور ان کے علاوہ اور

بھی بہت سے دوسرے" ابوشادی نے اپنے ادبی فکر کی نشو و نما میں ان تمام لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ لیکن دراصل اپنا خصوصی رہنما اور استاذ مطران کو تسلیم کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ استاذ مطران کی نظر ادب کے میدان میں بہت وسیع تھی اور جدید عربی ادب پر انھیں خاصا عبور تھا[۷]

انگلینڈ کے دس سالہ قیام کے دوران اس نے جراثیم میں تخصص کیا۔ ادب کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ اس کا مختلف تنظیموں سے گہرا ربط رہا۔ اسی دوران اس نے میگزین "عالم النحل" کی بنیاد ڈالی۔ اور "جمعیۃ آدب اللغۃ العربیۃ" کا سکریٹری رہا جسے ایک مستشرق مرجلیوث نے قائم کیا تھا۔ اس طرح مغربی ادب کا مطالعہ کیا اور مغربی تحریکوں سے واقف ہوگیا[۸]

اس کے علمی سفر کا آغاز اس طرح ہوا کہ مصر آنے کے بعد اس نے فروری ۱۹۲۳ء میں "نادی النحل المصری" کی بنیاد ڈالی۔ اس انجمن کی طرف سے ایک جلسہ ہوا اور اس میں شوقی کا قصیدہ "مملکۃ النحل" پیش کیا گیا۔ مقررین میں محمد لطفی بھی تھے جنھوں نے مختلف علمی اور طبی و ادبی رسائل کا ذکر کیا۔ ۱۹۲۵ء میں ڈاکٹر ابوشادی کے والد محترم کا انتقال ہوگیا، فوراً بعد اس کی والدہ بھی رخصت ہوگئیں۔ وہ وقت دوسری جنگ عظیم کا تھا جب ابوشادی انگلینڈ میں تھا۔ اس نے ایک مرثیہ کہا جس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

امكيك من قلبي الحزين طويلا	واظل يحسبني الوفاء بخيلا
وتفيض من غالي الرثاء جراحي	فيوم من التاريخ فيك جليلا
بل جيل انشاء سطعن على الجدى	شرفا وحين الممات صئيلا

مصر واپس آنے کے بعد ابوشادی نے ادبی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس کے بہت سے قصائد کتابی شکل میں یا مختلف اخبارات و رسائل میں شائع ہوئے۔

کو، انجمنوں کی بنیاد بھی ڈالی۔ اس کا پہلا دیوان "انداء الفجر" ۱۹۱۰ء میں منظر عام پر آیا۔ اس کے بعد دواوین پے بہ پے آتے رہے۔ زینب (۱۹۲۴ء)، مصریات (۱۹۲۴ء)، انین ورنین (۱۹۲۵ء)، شعر الوجدان (۱۹۲۵ء)، الشفق الباکی (۱۹۲۶ء)، مختارات وحی العام (۱۹۲۷ء)، اشعة وظلال (۱۹۳۱ء)، الشعلة (۱۹۳۲ء)، اطیاف الربیع (۱۹۳۳ء) اغانی ابی شادی (۱۹۳۳ء) الکائن الثانی (۱۹۳۴ء) الینبوع (۱۹۳۴ء) شعر الریف (۱۹۳۵ء)، فوق العباب (۱۹۳۵ء)، عودة الراعی (۱۹۴۲ء)، من السماء (۱۹۴۹ء)۔

ان کے علاوہ کچھ قصائد الگ سے شائع ہوئے مثلاً ذکری شکسپیر، مصطفیٰ زعیم نکبتہ نافارین، الیوم، وطن الفراعنہ وغیرہ۔ ابوشادی نے شکسپیر، عمر خیام اور شیرازی سے بہت کچھ استفادہ کیا۔ اب بھی اس کے کچھ دیوان غیر مطبوعہ ہیں مثلاً ایزیس، الغیر، ذو الحر، اناشید الحیاة اور انسان الجدید وغیرہ۔ یہ دیوان جدید عربی شاعری کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔

یہ بات تو عربی ادب کے ناقدین کو تسلیم ہی ہے کہ ابوشادی نے جدید عربی شاعری کو نئے اسالیب اور نئے افکار عطا کئے۔ اس کے ساتھ ساتھ انگریزی میں بھی شاعری کی اور اس کے انگریزی کے دونوں دیوان امریکہ سے شائع ہوئے۔ ایک کا نام Song of Joy and Narrama اور دوسرا کا Song of Nothing Near ہے۔

ابوشادی نے چھ ادبی وثقافتی انجمنوں کی بنیاد ڈالی۔ جماعة ابولو، جماعة الادب [illegible]، مملکة النحل، رابطة الادب الجدید، الاتحاد المصری لتربیة الدجاج، جمعیة صناعة الزراعیہ[9]

۱۹۴۶ء میں ابوشادی ولایت متحدہ امریکہ پہنچا اور ۱۹۵۵ء میں وہیں اس کا

انتقال ہوگیا۔ جوانی اور بڑھاپے کے زمانے میں یکساں طور پر اس نے عربی اور غیر عربی اخبارات کو اپنے اظہار خیال کا ذریعہ بنائے رکھا۔ اس کے ماسوا ہر ہفتہ میں دو بار وائس آف امریکہ سے اس کی آواز کائنات کی فضائے بسیط میں سنائی دیتی۔ انسانی حقوق کی بین الاقوامی کونسل کا اسے ممبر چنا گیا۔ امریکہ کی ادبی انجمنوں اور ثقافتی اداروں نے عربی ادب پر تقریریں کرنے کے لئے اس کو مدعو کیا اور جس طرح اپنے وطن میں آفتاب کے دیوتا کے نام پر جماعت اپولو قائم کی تھی اور اس کے ادبی اغراض و مقاصد کی اشاعت کے لئے اسی کے نام سے ایک ادبی رسالہ "اپولو" ۱۹۳۲ء میں جاری کیا تھا۔ امریکہ میں بھی اس نے یونان کی علم و دانش کی دیوی منیروا (Minerva) کے نام سے "منروا یونین" نامی ایک شعری اور ادبی انجمن کی بنیاد رکھی۔[۱۱]

شاعری

جدید ترین عربی شعراء میں ڈاکٹر ابو شادی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے۔ اس نے پوری زندگی شعر و ادب کی خدمت میں گزار دی۔ وہ بے شمار دواوین کا مالک ہے۔ اس نے اپنی شاعری میں ہر ممکن نئے احساسات اور جدید تقاضوں کا خیال رکھا ہے، اس کے یہاں عصری حسیات موجود ہیں۔ قدرت نے اسے زبردست قوت مشاہدہ (Keen observation) عطا کی تھی۔ جہاں وہ ایک ادیب و شاعر تھے وہیں ایک سائنس داں بھی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ غور و خوض میں گہرائی تک جا پہنچتا۔ دیکھا جائے تو جدید عربی شاعری کی پہلی قیادت و سیادت اسی کے حصہ میں آئی۔ محمد عبدالمنعم نے صحیح کہا ہے:

> "بارودی نے جدید عربی شاعری کی فضا ہموار کی۔ بارودی کو جدید شاعری کا بانی کہا جا سکتا ہے۔ لیکن درحقیقت جدید شاعری کی

قیادت وسیادت عقاد، مازنی اور شکری کے ہاتھوں آئی اور اس کو تیز سے تیز تر اور جدید شاعری کو زندہ و جاوید کرنے والا ڈاکٹر ابو شادی ہے۔ اس کی تحریک "اپولو" کا اس باب میں اہم رول ہے جس کی وجہ سے شعرا تنگنائیوں سے باہر آئے، انھیں حریت و آزادی ملی، اب وہ نہایت بے باکانہ انداز میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے۔"[11]

ابوشادی کو بچپن ہی میں انگریزی سے کافی واقفیت ہوگئی تھی، بہت سی تنقیدی کتابوں کا مطالعہ کرچکا تھا۔ ۱۹۰۵ء میں جب وہ تیرہ سال کا تھا تو باقاعدہ ادبی کتابوں کا مطالعہ کیا کرتا تھا، اپنے باپ کی وجہ سے اسے عظیم کتابوں اور عظیم لوگوں سے ملنے کے مواقع ملے۔ والد محترم کی مجلسوں میں علمی موضوعات پر مباحثے بھی سنے۔ انھیں تمام چیزوں کے سبب اسے اوائل عمر ہی میں "امہات الکتب" سے واقفیت ہوچکی تھی۔ اس کے پہلے قصیدے کا عنوان "عہد الصبا وعصر الشباب" تھا۔ اس کے تین اشعار :

نشأت وقلبي يصبو لك — والى وبيت على حبك
ونضك ادري واد عما لما — نجالج لبي لدى ذكرك
فكنت قديما وعهد الشباب — تخالينه ليس بالهالك[12]

جدید شاعری اپنے واضح انداز میں ابوشادی کے یہاں آغاز ہی سے نظر آنے لگی تھی۔ اس کے ذہن میں حریت و آزادی تھی۔ قدیم شاعری کے مطالعہ کے درمیان اسے جو چیزیں سودمند لگیں اسے اپنالیا۔ لیکن اس کے اسلوب و منہج میں کوئی تبدیلی نہیں آئی جیسا کہ مطران اور شکری کے علاوہ معاصرین شعرا اپنائے ہوئے تھے، اس کے تمام قصائد جدید رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ اس کے اثرات شعرا کے دواوین اور محافظین شعرا کے یہاں نظر آتے ہیں۔[13]

یہ بات حقیقت سے بہت قریب ہے کہ جدید شاعری کو آگے بڑھانے

میں تین حضرات کلیدی حیثیت کے حامل ہیں۔ یہی جدید شعراء کے امام ہیں۔ ان میں پہلا نام مطران، دوسرا عبدالرحمٰن شکری اور تیسرا ڈاکٹر ابوشادی کا ہے عقاد اور مازنی ان تینوں سے پیچھے رہے۔ ابوشادی کی جدت و ندرت کا اندازہ اس کے دواوین کے پڑھنے سے ہوتا ہے۔ شوقی کے بعد گیارہ سال تک جدید شاعری لا پتہ رہی۔[۱۴]

ڈاکٹر ابوشادی کے نئے احساسات اس کے لئے باعث ضرر ثابت ہوئے۔ مصر کے اس حلقہ نے جو قدیم خیالات سے بری طرح چمٹا ہوا تھا اور اسی کو ادب کا قیمتی ذخیرہ سمجھتا تھا، ہر طرح سے ابوشادی کو ذہنی گزند پہنچائی۔ جس کا اظہار استاذ محترم ڈاکٹر اشفاق صاحب ندوی نے اس طرح کیا ہے:

> "مصری شاعر ابوشادی کے امریکہ جانے کی کہانی خود اس کے الفاظ میں کچھ اس طرح ہے کہ اسکندریہ یونیورسٹی میں وہ ایک اچھی پوسٹ پر تھا۔ رجعت پسندوں اور اس سے جلنے والوں نے اس کو پریشان کرنا شروع کر دیا اور ان رجعت پسندوں کی خوشنودی کی خاطر ناشرین اس کی تخلیقات سے اغراض کرنے لگے۔ ظاہر ہے کہ ایک حساس انسان کے جذبات کچلنے کے لئے یہ بہت بڑی چیز تھی۔ ان حالات سے مجبور ہو کر ابوشادی کو امریکہ کے لئے رخت سفر باندھنا پڑا۔"[۱۵]

ابوشادی کے اندر یہ سب تبدیلیاں کیسے آئیں؟ اسے نئے خیالات کا اندازہ کیسے ہوا۔ اس نے قدیم اور روایت سے بغاوت کیوں کی؟ بات یہ ہے کہ ۱۹۰۵ء میں اس نے اپنے والد کی میگزین "الظاہر" میں لکھنا شروع کر دیا تھا۔ بچپن ہی میں اسے عربی و انگریزی ادب کے مطالعہ کا شوق پیدا ہو گیا تھا۔ بچپن ہی میں "اغانی" اور
The international Library of famous literatu
کا مطالعہ کر چکا تھا۔ وہ پابندی سے معروف کتب خانہ "خدیویہ" جایا کرتا۔ اس کے ساتھ ساتھ

اسے انگریزی کی مایۂ ناز کتاب Oxford Lectures on poetry بھی پڑھنے کو مل گئی۔[۲۶] ان تمام کتابوں نے اس کے ذہن وقلب پر گہرے اثرات ڈالے اور بہت تیزی سے اس کے اندر تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ یہی وجہ ہے کہ رجعت پسند حلقہ ابوشادی کے خلاف سینہ سپر ہو گیا۔

ان تبدیلیوں کی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ابوشادی کی زندگی کا بیشتر حصہ انگلینڈ اور امریکہ میں گزرا۔ اس کی زندگی کے چار مرحلے ہیں:

(۱) مصر میں ۱۸۹۲ء سے ۱۹۲۲ء تک

(۲) انگلینڈ میں ۱۹۲۲ء سے ۱۹۲۶ء تک

(۳) دوبارہ مصر میں ۱۹۲۶ء سے ۱۹۴۶ء تک

(۴) امریکہ میں ۱۹۴۶ء سے ۱۹۵۵ء تک

ان مراحل کی وجہ سے اس کے اندر بڑے تغیرات آئے۔ ان مراحل اور نشیب و فراز سے اس نے بہت کچھ سیکھا۔

عباس محمود العقاد، مازنی اور شکری اپنے بعد آنے والی نسلوں کے لئے راہیں ہموار کر چکے تھے۔ ابوشادی کا تعلق بھی اسی قبیل سے تھا۔ اس نے عربی ادب کی تمام تحریکوں سے استفادہ کیا۔ انگریزی ادب میں مہارت تامہ پیدا کرنے کی وجہ سے اس کی شاعری کا رنگ یکسر تبدیل ہو گیا۔ شاعری میں نئے تجربات کئے۔

اس کی شاعری میں درج ذیل چیزیں ملتی ہیں:

(۱) بحور و قوافی میں تنوع اور جدید اوزان کا اضافہ

(۲) اشعار کے ترجمے

(۳) آزاد اور نثری قصائد

(۴) ڈرامائی قصائد

(۵) جدید الفاظ کا اضافہ اور نئی تراکیب کا اختراع[۱۸]

ان تمام چیزوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ جہاں وہ احساسات میں تبدیلیاں لایا وہیں اس نے عربی شاعری کے Structure کو بھی بدلا ۔

عربی شاعری میں آزاد نظموں کی بنیاد احمد فارس الشدیاق نے ڈالی لیکن بہت ہی تھوڑے اشعار کہے ۔ عبدالرحمن شکری نے بھی قافیہ سے بغاوت کی ۔ اس طرح آزاد شاعری کی بنیاد پڑ گئی ۔ بعد میں اسی نقش قدم پر مازنی اور فرید ابوحدید بھی چلے فرید کی آزاد نظم "مقتل عثمان" ۱۹۱۸ء میں منظر عام پر آئی ۔

لیکن اس کو بحیثیت ایک صنف شاعری کے متعارف کرانے میں ابو شادی کا کارنامہ ہے ۔ اس کا دیوان "الشفق الباکی" جو ۱۹۲۷ء میں منظر عام پر آیا جو اکثر آزاد شاعری پر مشتمل ہے ۔ "صلوۃ اللیل" (ص ۲۱ ۷) "تلبیۃ" (ص ۸۰۳) "مملکۃ ابلیس" (ص ۱۰۲۳) "ممنون الفیلسوف" (ص ۶۲۵) "الصرصر" (ص ۱۱۰۰) "انا و غیری" (ص ۳۵) آزاد نظمیں ہیں ۔ اور "مختارات وحی العام" جو ۱۹۲۸ء میں شائع ہوا اس میں بھی بے شمار آزاد نظمیں ہیں ۔ اس طرح آزاد شاعری کا کافی ذخیرہ اس کے یہاں موجود ہے[۱۹] اس طرح دیکھا جائے تو آزاد شاعری کا اصل بانی ڈاکٹر ابوشادی ہی ہے ۔ اس نے آنے والے شاعروں سے آزاد شاعری کو منوا لیا ۔ شعراء آزاد شاعری سے مانوس ہو گئے ۔

جدید شاعری میں رومانوی تحریک کا بانی بھی ڈاکٹر ابو شادی ہے ۔ اس باب میں اس کا ناقابل فراموش کارنامہ ہے ۔ "دراسات فی ادبنا الحدیث" کی یہ عبارت ملاحظہ کریں :

"دونوں عالمی جنگوں کے درمیان جو وقفہ ہے اسی میں رومانوی تحریک وجود میں آئی ۔ سب سے پہلے مہجری ادباء نے اس کی طرف توجہ

مبذول کی۔ ایلیا ابو ماضی اور اپولو تحریک نے اس طرف پیش قدمی کی جس میں سرفہرست ابوشادی کا نام ہے، اب ہر طرف رومانوی تحریک کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ تقلیدی ادب کی دیواریں مسمار ہو گئیں۔ دوسری جنگ کے وقت یہ تحریک شباب پر تھی ۔ اس میں ابوشادی سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس نے اس تحریک کو آگے بڑھانے میں بڑے جتن کئے۔

ڈاکٹر ابوشادی عشق و محبت کا پتلا تھا۔ اس کی رگ و پے میں خون عشق موجزن تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مصر اور دوسرے ممالک میں وہ حسن و جمال کا متلاشی رہا۔ یہ جذبہ اس کا آخر وقت تک قائم و دائم رہا۔ درج ذیل اشعار اس کے اسی خیال کے ترجمان ہیں:

الوعد صوتك أم حديث وفاق — قد ابدلته برادة الاشراق
سادت طويلاً فى جفاء طارة — وهنيهة منك فى الاشراق
تهدى امواج بعثت كانها — للعاشقين مصارع العشاق

ابوشادی کے عشق و محبت ہی کا نتیجہ ہے کہ اوائل عمر ہی سے وہ عورتوں کے تقدس اور احترام کا قائل تھا۔ یہاں تک کہ "وحدۃ الوجود" کے مسلک میں اس نے عورت کو الوہیت کا درجہ دیا۔ چنانچہ ۱۹۱۰ء میں اس نے یہ اعلان کیا کہ عورتوں کا احترام کیا جائے کیونکہ روحانی اور جسمانی اعتبار سے وہ مقدس ہیں۔ انھیں حقیر، مبتذل اور گری ہوئی نظروں سے نہیں دیکھنا چاہیے۔ کیونکہ اس کی وجہ سے اخلاق و عادات بگڑتے ہیں اور جنسیات کے امراض ہو جاتے ہیں۔

عورت بنی نوع انسان کا ایک اہم جزو ہے، وہ اس کے شعور میں بس جاتی ہے چنانچہ جب قاہرہ چھوڑ کر اسکندریہ آگیا تو اسے اپنی بیوی "زینب" بہت یاد

آرہی تھی۔ اس باب میں یہ اشعار:

ودعتنی تودیع حلم خاطف ودخلت للبلد الجمیل وداع
ومن حدث القلب الفیود فانہ ضرب الضلوع تطلعا واباء
لم ادرمن ارقی ولوعۃ وحشتی معنی الی فر الابناء
یاغربتی دانا المقیم بموئل کالسجن الفتہ تزید جفاء [۲۲]

ابوشادی کی زندگی کے تجزیہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس کی زندگی رنج وغم اور آلام ومصائب سے پر ہے۔ ایک تو والدین کا انتقال، دوسرے رجعت پسندوں کے حملے اور تیسرے بیوی کا انتقال۔ اس طرح وہ زندگی سے بیزار ہوگیا۔ وہ اپنی بیزاری کا اظہار اس طرح کرتا ہے:

ویلی من الدھر یبکینی ویبتسم ولا یر دعوادی جودہ القسم
قد عد شرذنوبی ما یفیض بہ قلبی الی الناس من حب ویزدھم
املی دمعی دماء العین مضطرم وھاج وجدی وسخط القلب محتدم
سخرت من بیئتی لما مرمت بھا ونحت لکن نواحی کلہ کرم [۲۳]

ابوشادی کی شاعری ان موضوعات پر مشتمل ہے وصف، وطن، قوم، تامل، وجدان اور ان کے علاوہ بعض خاص موضوعات پر۔ [۲۴]

حواشی ومصادر

۱۔ ڈاکٹر کمال نشأت، احمد زکی ابوشادی وحرکۃ التجدید فی الشعر العربی الحدیث / وزارۃ الثقافۃ، دار الکاتب العربی الحدیث للطباعۃ والنشر بالقاہرہ سنۃ ۱۹۶۷ء
ص ۸ — ۹۔

۲۔ ایضاً ص ۱۲۔

- ایضاً ص ۱۶۔
- ایضاً ص ۱۷۔
- ایضاً ص ۲۱۔
- ایضاً ص ۱۵۹۔
- ایضاً ص ۲۵۔
- عبدالعزیز الدسوقی، جماعۃ اپولو واثرہا فی الشعر الحدیث، معہد الدراسات العربیہ العالیہ ۱۹۶۰ء ص ۱۴۰۔
- ڈاکٹر کمال نشأت، احمد زکی ابوشادی وحرکۃ التجدید فی الشعر العربی، وزارۃ الثقافۃ دار الکاتب العربی للطباعۃ والنشر بالقاہرہ ۱۹۶۷ء ص ۴۴-۴۵
- ڈاکٹر سید طفیل احمد مدنی، امریکہ میں شعر و ادب کا ارتقاء، نیشنل آرٹ پرنٹرس الہ آباد ۱۹۸۳ء ص ۲۵۵۔
- عبدالعزیز الدسوقی، جماعۃ اپولو واثرہا فی الشعر الحدیث، معہد الدراسات العربیہ العالیہ ۱۹۶۰ء ص ۵۹۱۔
- ڈاکٹر کمال نشأت، احمد زکی ابوشادی وحرکۃ التجدید فی الشعر العربی الحدیث، وزارۃ الثقافۃ دار الکاتب العربی للطباعۃ والنشر بالقاہرہ ۱۹۶۷ء ص ۱۰۶

ا- ایضاً ص ۲۹۳

ا- ایضاً ص ۳۰۱

ا- ڈاکٹر اشفاق احمد، جدید عربی ادب کے ارتقاء میں مہجری ادباء کی خدمات، نظامی پریس لکھنؤ ۱۹۸۴ء ص ۳۷۲ — ۳۷۳

اا- محمد یوسف کوکن، اعلام النثر والشعر فی العصر العربی الحدیث، دار حافظۃ للطباعۃ والنشر مدراس، ج ۳ ص ۱۹۴۔

۱۷۔ عبدالعزیز الدسوقی، جماعۃ ابولو واثرہا فی الشعر الحدیث، معہد الدراسات العربیہ العالمیہ، ۱۹۶۰ء، ص ۱۳۳۔

۱۸۔ محمد المنعم خفاجی، الشعر والتجدید، رابطۃ الادب الحدیث، ص ۳۹

۱۹۔ ڈاکٹر کمال نشأت، احمد زکی ابوشادی وحرکۃ التجدید فی الشعر العربی الحدیث وزارۃ الثقافۃ، دار الکاتب العربی للطباعۃ والنشر بالقاہرہ ۱۹۶۷ء ص ۲۴۲

۲۰۔ یونس عوض، دراسات فی ادبنا الحدیث (المسرح، الشعر، القصۃ) دار المعرفۃ شرکۃ ذات مسئولیۃ محدودۃ ۱۵ شارع صبری ابوعلم (جامع چرکسی) القاہرہ ۱۹۶۱ء ص ۲۰۹۔

۲۱۔ احمد الشائب، ابحاث ومقالات، مکتبۃ النہضۃ المصریہ ۹ شارع عدلی بالقاہرہ۔

۲۲۔ ڈاکٹر کمال نشأت، احمد زکی ابوشادی وحرکۃ التجدید فی الشعر العربی الحدیث وزارۃ الثقافۃ، دار الکاتب العربی للطباعۃ والنشر بالقاہرہ ۱۹۶۷ء ص ۳۳۲۔

۲۳۔ ڈاکٹر ماہر حسن فہمی، تطور الشعر العربی الحدیث فی مصر ۱۹۰۰ – ۱۹۵۰، ملتزم الطبع والنشر مکتبۃ نہضۃ مصر بالفجالۃ، ۱۸ شارع کامل صدقی ص ۱۹۰

۲۴۔ احمد قبش، دار الجیل بیروت لبنان ۱/۶/۱۹۷۱ء تاریخ الشعر العربی الحدیث ص ۲۴۰۔